باب ۲

عشق رسول ﷺ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم

حُب اور علم کے غالباً دو راستے ہیں۔ ایک جو ادراک اور شعور کا پابند ہے اور دوسرا قلب کی کیفیات سے تعلق رکھتا ہے۔ پہلا طریقہ دائرہ سے مرکز کی طرف رجوع ہوتا ہے اور دوسرا اس مرکزی نکتہ سے کائنات میں پھیلتا ہے۔ اس کو بہ الفاظ دیگر آفاقی و انفاسی طریقہ بتلاتے ہیں۔ اور غالباً قرآن پاک میں جو بحرین کا ذکر ہے ان ہی دو حُب وعلم کے دریاؤں سے مراد ہے۔ اور مابین جو برزخ ہے اس کی بھی بڑی ٹھوس حقیقت ہے۔ حتیٰ کہ کچھ سلسلے والے اسے ایک آہنی دیوار بتاتے ہیں۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بھی ان ہی دو دریاؤں کے طفیل آشکار ہوتی ہے۔ تاریخ کے صفحے الٹیں تو جو انقلاب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانے میں برپا کیا اس نے اپنے ماحول کی شعوری اور لاشعوری زندگی، اخلاقی اور سماجی زندگی اور ہزاروں سال پرانے رسم و رواج کو جو انکے خون میں اترے ہوئے تھے ایک نیا رخ دیا۔ اس کی تفصیل سے تاریخ کے صفحات بھرے پڑے ہیں جن سے ہم سب کما حقہٗ واقف ہیں۔ یہ سب کچھ انسان آفاقی نظریئے سے اپنا سکتا ہے۔ لیکن اس کی حقیقت تک پہنچنے کے لئے یہ دیکھنا ہوگا کہ کیا اس تبدیلی کی بنیاد وعظ و لکچر تھے یا تیر و تلوار تھے۔ ہرگز نہیں۔ یہ تو قلب میں تبدیلی تھی۔ یہ قلوب میں تبدیلی آخر کیسے پیدا ہوئی۔ ایمان کے سرچشمے کیسے پھوٹ نکلے کہ نہ صرف جاہل بدو بلکہ عرب کے عالم

فاضل بھی اور میر و امراء بھی ہر بات پر آمنا وصدقنا کہتے اور جان نثار ہوتے۔ یہ عشق ومحبت کا پرتو جس کی بنیادوں پر ساری آفاقی تبدیلیاں رونما ہوئیں اس کی تفصیل الفاظ کے جامہ میں کہاں سماسکتی ہے۔

اس کے پس منظر میں یہ بھی ملحوظ نظر رکھنا ہے کہ دیگر مذاہب والے عیسائی یہود، بدھ، کنفیوشس اور لاؤ تازے وغیرہ کے پیرو کی ساری جدوجہد عبادات اور اخلاقی کردار کا مدّعا اپنی انفرادی اصلاح اور انفرادی مقامات کی تگ و دو ہوتی آئی ہے۔مگر موجودہ سائنسی دنیا کے تقاضوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ جتنے بھی کمالات انسانیت نے کر دکھائے ہیں وہ سب اجتماعی کوششوں کا نتیجہ ہیں۔گو البتہ کہیں کہیں ایک ذہین فطین ہستی بھی آتی رہی جس نے ایک نیا خیال عوام میں پھیلا دیا۔قرآنِ پاک اور نبی کریمﷺ نے میری نظر میں اس اجتماعی نظریے کی ہر سطح زندگی پر تعلیم دی تھی جس کے تحت ملتِ اسلامیہ کی حیاتِ ثانی کی صورت بن سکتی ہے۔ اسی لئے ہم انفرادی سطح سے اٹھ کر پھر سے جمعیت بندی کے سبق پر کاربند ہو جائیں تو اسلام کے پیام کی جان تک پہنچ سکیں گے۔

ایمان و اخوّت

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا سبق منتشر انسانیت کو اخوت اور جمعیت بندی کا دیا۔ یہی اخوت دین کی بنیاد پڑی۔ اسلام کے سارے ارکان اسی اخوت کے رشتے کومضبوط کرنے کے لئے مقرر ہوئے۔ روزہ اور زکوٰۃ میں بھی اجتماعی فلاح، نماز، حج میں بھی جماعت بندی اور جنت میں بھی داخل ہونے کے لئے گروہ کے گروہ۔ گویا یہی اخوت، یہی حُب ، یہی عشق، یہی دردِ

انسانیت جذبۂ اولین و آخر ٹھہرا، اسی کیلئے مرسلینِ حق انسان کی دینی و دنیوی فلاح کا پیام زمانہ کو دیتے رہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک انسانیت اپنے ارتقائی مدارج طے کرکے اس سطح تک آگئی کہ جسے جسمانی، ذہنی، اخلاقی، روحانی شعور کی اجتماعی سطح کہا جا سکتا ہے۔ عالمِ انسانیت نے تہذیب کی وہ روشنی پالی ہے کہ اپنی ظاہری باطنی صلاحیتوں، اپنی عقل وفہم، قلب و روح کی صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر زندگی گذار سکے اور حق کی منزل پر گامزن ہو جائے۔ چنانچہ پچھلے مذاہب کی تصدیق کرتے ہوئے پیامِ کامل، قرآنِ پاک کی شکل میں نازل ہوا اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انسان کامل کی شکل میں۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نہ صرف پیام پہنچانا تھا بلکہ پیام پر عمل پیرا ہوکر اپنے کردار کا بھی نمونہ عالمِ انسانیت کے لئے ایک مکمل حسین تصویر کی صورت میں چھوڑ جانا۔ اُسوۂ حسنہ کو ایک سند اور مشعلِ راہ کی صورت میں چھوڑ جانا کتنا احسانِ عظیم تھا تمام عالم انسانیت کے لئے۔ اسی لئے تو اللہ پاک نے فرمایا کہ ہم نے آپ کو رحمتِ عالم بنا کر بھیجا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مومنین کی تسکین خاطر کے لئے خود فرمایا کہ میری رحمت سب کو احاطہ کئے ہوئے ہے۔ قرآنِ پاک نے یہ بھی سند دیدی کہ ہم نے آپؐ کو گواہ بنا کر بھیجا کہ دین و دنیا کے انعامات کی بشارت دیں اور گمراہی کے تباہ کن نتائج سے ڈرائیں تاکہ لوگ یقین لائیں۔ قرآن پاک نے تکمیل دین کا اعلان کرکے اس بات کی بھی مزید تصدیق کردی کہ اب انسان نہ صرف چھوٹی چھوٹی جماعتوں میں پیام کو حاصل کرنے کے لائق ہے بلکہ تسخیر فطرت اور حق کی راہ پر گامزن ہو جانے کی بھی پوری صلاحیت رکھتا ہے۔

دیکھا جائے تو انبیائے سابقین کی تمام کاوشیں اسی لئے تھیں کہ ظہورِ

اکمل کی روشنی میں دین اپنی تکمیل کو پہنچے اور عالمِ انسانیت اپنے مقام اپنی راہ کو ابد تک کے لئے پا لے۔ یہی بات تھی جو ہر صحیفہ آسمانی اور پیشین گوئی میں اس ظہورِ اتم کی نشان دہی ہوتی رہی۔ اسلام کے پیام کا بنیادی نکتہ انسانیت کو انفرادیت کی شیطنیت سے نکال کر حق کی راہ پر گامزن کرنا تھا۔ انفرادیت کی ''مَیں'' کے سب سے بڑے بُت کو توڑ کر فرد کی جمعیت میں پھیلانا تھا۔ خالق خلقت ہی میں تو تھا۔ ''الخلق عیال اللہ'' یہ اس شوق کا والہانہ جذبہ ہی تو تھا جو حق کی اولین خواہش تھی۔ ''اَحبَبتُ اَن اُعرَفُ'' جو محبت خالق کو مخلوق سے تھی وہی بندوں کو بھی اپنانی تھی تا کہ اس کا قرب حاصل ہو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی بنیاد اخوت کو قرار دیا۔ اسلام میں داخل ہونے کے لئے جمعیت بندی، صلح پسندی، رحمدلی، ایثار، توکل، عجز و انکسار، صبر، شکر، دیانت، امانت، سخاوت، عدالت، شجاعت، شہادت، جیسی اعلیٰ اقدار کو شرفِ انسانیت قرار دیا۔ ایمان کی نشانی خوش خلقی کو قرار دیا۔ یہ سبق و عظ و نصیحت کی حد تک دوسرے پیغمبروں نے بھی دیا تھا۔ مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کی جماعت نے اپنی زندگیوں میں اس کا مجموعی نمونہ پیش کیا۔ اخوتِ اسلام نے رنگ، نسل، حسب، نسب، قوم، علاقہ، زبان، اقتصادی اونچ نیچ سب ختم کر کے ایمان اور صرف ایمان کو بنیادِ دین قرار دیا۔

دردِ اُمّت

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان، اپنی محبت کا نام قرار دیا۔ حدیث مبارکہ نے تصدیق کی کہ تم میں سے کوئی مومن ہو نہیں سکتا جب تک کہ مجھے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو) اپنے ماں باپ، آل اولاد، حتیٰ

کہ اپنی جان سے زیادہ نہ چاہے۔ تو اسلام میں داخل ہونے کا پہلا اصول عشق رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور عشقِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سند غم امت ہے۔ اس سے کھلا ثبوت اپنے باایمان ہونے کا اور کوئی دوسرا ہو ہی نہیں ہو سکتا۔ آخر یہ غم امت کی سنّت ہم بھی تو اپنائیں جو مسلمان کہلانے کے حقدار بنیں۔ یہ اُمّت کا درد اپنانا سب سے بڑی نعمت ہے اور یہ اس لئے کہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمّت کے لیے آنسو اس وقت بھی تھے جب اُمّت بنی بھی نہ تھی۔

وہ غارِ حرا کی سنّت، وہ میدانِ بدر میں سجدہ ریزی، وہ معراج میں بھی اُمّتی اُمّتی۔ اُمّت سے اس شدید محبت کی تصدیق قرآنِ کریم نے بھی فرمائی۔

حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُفٌ رَّحِيمٌ۔

(لفظ حریص کی لذت لیں۔ اس کے پیچھے اُمّت سے بے پناہ محبت کا اندازہ کریں)

عشقِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پس منظر میں اس شدّت حُب کو پائیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اُمّت سے ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور بردباری کا سلوک رکھنے کی تعلیم دی بلکہ جمعیت کی شکل میں زندگی گذارنے کو افراد کی حیات کا موجب قرار دیا۔ بہترین عبادت خدمتِ خلق ٹھہری۔ مومن کو برا تک کہنا بدعت فرمایا۔ مسلمان سے جنگ کرنا کفر گردانا ایک مومن کا قتل سارے عالم کا قتل بتایا۔ مسلمان کی غیبت کرنا اللہ سے نافرمانی ٹھہرایا، مردہ بھائی کا گوشت کھانا بتایا۔ غصہ کرنا ممنوع قرار دیا۔ جو غصہ پی جائے اسے اللہ کے انعام کا حقدار بتایا۔ حسد اور بغض کی بابت فرمایا کہ جمعیت کو توڑ ڈالتے ہیں۔ جیسے لکڑی کو آگ جلا

ڈالتی ہے ایسے ہی اچھے اعمال کو حسد ختم کر دیتا ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ مسلم وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہے۔ گویا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام پیام کی جان یہی عشقِ جمعیت ہے اور یہی قربِ حق حاصل کرنے کی بھی ضمانت ہے۔ یہ جمعی انداز میں زندگیاں گذارنا عین فطرتِ انسانی کے مطابق ہے۔ اسلام بھی دینِ فطرت ہے۔ کسی فرد کی جسمانی، ذہنی، قلبی، روحانی صلاحیتیں یک رخ ہوں تو ان کے دائرۂ عمل اور تسخیرِ فطرت کا کیا ٹھکانہ۔ یوں بھی فرد کی موت ہے، مگر جمعیت کو نہیں۔ فرد کی شہادت سے تو جمعیت کی حیات ہے۔ جمعیت ہی کو فروغ ہے۔ دوام ہے۔ عشقِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی توجہد و فکر و عمل کا یہ نظریہ دنیا کو دیا۔ یہی توحید فکر و عمل، یہی توحید کا سبق وحدتِ دین کہلایا۔ یہی اُمت واحدہ کی نشانی ٹھہرا۔

اب جس کے فکر و عمل میں یہ راز پیوست نہیں وہ اُمتی تو درکنار انسان تک کہلانے کا مستحق بھی مشکل ہی سے ہو سکتا ہے۔ دیکھیں تو یہ نفسا نفسی، خود غرضی کی زندگیاں کچھ حیوانی سطح سے بلند بات نظر نہیں آتی۔ وحدتِ جمعیت، اُمت واحدہ ایک جسمِ واحد کی طرح ہے کہ جسم کے ایک حصہ میں درد ہوتا ہے تو سارے جسم کو تکلیف ہوتی ہے۔

چو عضوے بدرد آورد روزگار
دگر عضوہارا نہ ماند قرار

ہم اُمتی ہیں تو عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے غمِ اُمت کو پائیں اور اپنائیں۔ جمعی صورت میں زندگی گذارنا اپنی زندگی کا شیوہ بنائیں۔ وہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے کردار کا نمونہ اپنائیں کہ سب

کچھ سب کے لئے، سب کچھ سب مل کر۔ اسی میں ہماری حیات ہے۔ اسی میں نجات اور اسی جمعیت بندی سے شفاعت کے حقدار بھی گروہ کے گروہ ہی ہوں گے۔ ہمیں اپنے باایمان ہونے، کلمہ گو ہونے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے کی کچھ تو نشانی دکھانی ہے۔ وہ یہ کہ لوگوں کا دکھ درد اپنائیں۔ اُمّت کے کام آئیں۔ اُمّت کی خاطر جئیں اور اُمّت کی خاطر قربان ہونے سے گریز نہ کریں۔ یہ جمعی فلاحِ دارین احسان ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق اور ان کے عشق اُمّت کا۔ آج بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کون اُمّت کی فلاح کے لئے حریص ہوگا۔

رحمت لِلعالمینی

رحمتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم بے تاب ہے۔ گمان اور شک کفر ہے۔ خود حضورِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا اارشاد ہے کہ دل کے لئے سب سے قابل قدر چیز ایمان محکم ہے۔ شک کفر ہے۔ یہ رحمتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تو محیط ہے۔ یہی رحمت لِلعالمینی ہے جو محبت، شفقت، رحمت کے انداز میں اُمتیوں کے لئے عرصہ سے بے قرار ہے۔ اُمّتی ہونا بھی کتنی خوش نصیبی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیک اللہ کے، گنہگار میرے۔ جس نے کلمہ پڑھا وہ جنت میں داخل ہوا۔ جو اسلام میں داخل ہوا وہ امن میں آیا۔ پھر قیامت میں بھی شفاعت کتنی تشفی اور تسکینِ قلب کی بات ہے۔ اس نسبتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم، اس رحمتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں عام اور خاص کی تمیز نہیں ہے۔ البتہ خواصِ جمعیت کے ذمہ وہ سنّت بھی پوری کرنی ہوتی ہے جو باطنی راہ پہلے سے ہموار کرنے کی بات ہے۔ مخلوق سے رابطہ انوار کا پہلے سے باطنی راہ سے پھیلا

دینا جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِل ۔ یہ صاحبانِ باطن وہ لوگ ہیں جنہیں قلب کی منازل سے اٹھا کر رحمتوں کے سائے میں روح اور عالمِ امر سے رابطہ نصیب ہو چکا ہوتا ہے۔ عالم امر ہی ہر شے کے ظہور کا منبع ہے۔ اس مقام پر ہی نورِ اولیس کی تابانی میں حیاتِ اُمّت کی ضمانت ہے۔ اور اُمّت کے اس تاریک اور طویل دور میں بھی اسی باطنی راہ سے اس اُمّت کو سہارا ملا ہے۔ یہ نورِ باطن ایک سلسلۂ جاریہ کے طور پر سینہ بہ سینہ اس اُمّت کو عطا ہوتا رہا ہے۔ اور یہ بارِ امانت اٹھانے کی سنّت فقرائے باطن نے ادا کی ہے۔ فقرائے باطن کی توحید فکر ہی آئندہ زمانے میں احیائے اسلام کا موجب ہوگی۔ لَارَیْبَ فِیْهِ جلد ہی اسلام کا وہ شاندار زمانہ ایسا آئے گا کہ دنیا انگشت بدنداں ہوگی۔

درود و سلام اس عشقِ رسول اللہ ﷺ پر جو اُمّت کے حیات کی ضمانت حَرِیْصٌ عَلَیْکُم کی شدّت میں لئے ہے۔ اور جس کی گواہی میں صَلٰوۃِ دائمی اللہ، ملائکہ اور مومنین کے قلوب سے ''رَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ'' کے انداز میں بلند ہو رہی ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْن

❁❁❁❁